جناب شاہ احمد سعید ہمدانی

سلطان باہوؒ کا نظریۂ تصوّف

ہر مذہب کے تصوّف میں علم و عمل کے لیے ہدایات و تعلیمات کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہی صورت ہمیں اسلامی تصوف میں ملتی ہے۔ باطن کی وسیع کائنات میں علم و عمل کے لیے اسلامی تصوّف میں بھی مختلف طریقے تجویز کیے گئے ہیں اور ان کی خصوصیات و اہمیت کے پیشِ نظر اسے مختلف نام بھی دیے گئے ہیں، مثلاً کہیں اِسے تصوف ہی کہا گیا، کسی نے تعرف اور حکمت کا نام دیا اور کسی نے فقر و درویشی کہنا پسند کیا۔ کتبِ صوفیہ میں تصوّف کی حقیقت و ماہیت اور ان کے طریقِ کار کے ذکر میں اس کی تفصیل جا بجا ملے گی۔ "عوارف المعارف" میں تصوف اور فقر کے فرق کو واضح کرنے کے بعد تصوف کی اصطلاح کو ہی ترجیح دی گئی ہے[۱] مگر سلطان باہوؒ اپنی تصنیفات میں پیش کردہ روحانی و اخلاقی نظامِ تعلیم و تربیت کے لیے فقر کا نام پسند کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فقر علم بھی ہے اور عمل بھی، ابتدا بھی فقر ہے اور انتہا بھی فقر ہے۔ حتیٰ کہ "فقر سرّ اللہ ہے اور اللہ سرِّ فقر"[۲]

ان کی تمام کتب و رسائل میں فقر اور فقیر کے مقامات کے بارے میں تشریح و توضیح ملتی ہے۔ مگر جہاں دیگر تصنیفات میں وہ اکثر اشارات و کنایات ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ وہاں "عین الفقر" میں انھوں نے نظامِ فقر کے خطائص، طریق اور انتہائے کار کے بارے میں نسبتاً تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اپنے ذاتی مشاہدہ اور مطالعہ علوم صوفیہ کی بنا پر فقر کے مقامات، تجلّیات، تحقیقِ مقاماتِ نفس، حصولِ کمال کے لیے ریاضت، مراقبہ، مشاہدہ

---

[۱] عوارف المعارف ترجمہ از پروفیسر رشید احمد ارشد ص ۹۱ [۲] عین الفقر ص ۳

عشق و محبت اور فنا و وصال وحال و احوال کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔

سلطان باہوؒ ترکِ دنیا، نفس کشی، خلوص و اخلاص، مسکینی و نیاز مندی اور شدتِ اشتیاق و طلب پر بہت زور دیتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے تصوف کی بجائے فقر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "فقر غریبی اور یتیمی ہے۔ فقرا اپنے کنبے کو، اپنے مال و دولت کو، چھوڑ کر فقر میں قدم رکھتے ہیں اور توحید کے میدان میں مرکبِ نفس دوڑاتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔ آخر کو اپنے مقصود کو پہنچتے ہیں اور اپنی جان خدا کو سونپتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں"[1] اگرچہ وہ واضح طور پر مکمل ترکِ دنیا پر زور نہیں دیتے۔ مگر جس انداز میں انھوں نے دنیا داری کے معاملات سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ اور مردِ راہ کو اس کے خطرات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے معاملہ ترکِ دنیا اور رہبانیت کے قریب قریب ہی جا پہنچتا ہے:

"فقیر باہو کہتا ہے۔ دنیا ہو یا نہ ہو، دونوں طرح سے بُری ہے"[2]

تجرید و تفرید کے بغیر اُن کے نظامِ فقر میں راہِ سلوک طے کرنا مشکل ہے۔

"بشریت سے نکلنا اور اپنے آپ سے خالی ہو کر عین ہو جانا مردوں کا کام ہے"[3]

افلاطون نے تو اپنی جمہوریہ کے منتظمین کے لیے ابتدائی عمر سمیت پچاس سال کی عمر تک مختلف علوم و فنون کا مطالعہ ضروری سمجھا۔ مگر سلطان باہوؒ نے روحانی معلمین کے لیے بلوغت کے بعد اڑتالیس[4] سال کے لیے تربیت لازمی قرار دی ہے:

"جو شخص اِس راہ میں قدم رکھے اور ریاضت و مشقت اپنے اوپر گوارا کرے تو اسے چاہیے کہ بارہ سال شریعت میں اس طرح محنت اٹھائے کہ ہمیشہ قائم اللیل اور صائم الدہر رہے اور بارہ برس تک طریقت میں ریاضت کرے کہ ماسوائے اللہ کو ترک کردے۔ اور بارہ برس حقیقت میں ریاضت کرے کہ بجز حق تعالیٰ کے اور کسی کی طلب نہ رہے۔

۱؎ عین الفقر ص ۱۱۷ ۔ ۲؎ جامع الاسرار ص ۵۰

۳؎ محکم الفقرا ص ۱۲

کئی بارہ برس معرفت میں مرتاض رہے اور اس میں محو ہو جاتے۔ اس کے بعد عشق و محبت میں آنکھیں کھولنے لے[1]" لیکن ذاتی اشتیاق کے ساتھ اگر کسی مردِ کامل کی توجہ حاصل ہو تو یہ بات بھی ہے کہ :

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے

"..... علم باطنی میں فضیلت، بیت اللہ، معرفت، فقرِ حضوری کی تحصیل، حاضرات اسم اللہ ذات کی توجہ اور مرشد کامل کی توجہ سے ایک دن رات یا ایک گھڑی یا ایک دم یا ایک لمحہ میں ہو جاتی ہے"[2] اس کے بعد اگر کوئی ثابت قدم رہا۔ تو وہ "عارفِ ذات" "معارف" "مطلق فقیر" یا "فقیرِ کامل" کہلانے کا مستحق ہوگا۔ اور دوسروں کے لیے وسیلۂ رشد و ہدایت بن سکے گا۔

"باہوؒ، فقیر کسے کہتے ہیں؟ جو لوگوں کو غیر سے بچائے اور دریائے وحدت میں دھوئے جس طرح کہ ناپاک کپڑے کو پاک کرتا ہے[3]"

فقیرِ کامل کو معرفت کے اکتالیس جوہر حاصل ہوتے ہیں۔ اُن کی تفصیل انھوں نے رسالہ "تیغِ برہنہ" میں لکھی ہے[4]۔ اب فقیر مالک الملک ہو جاتا ہے۔ اسے نائبِ حق اور خلیفۃ الارض بھی کہا جا سکتا ہے۔

"جو فقیر صاحبِ عیاں ناظر ہے۔ توفیق اور قدرت رکھتا ہے۔ اس کے قبضے میں اسم اللہ ذات کے حاضرات کی برکت سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام روئے زمین کا ہر ایک ملک اور ہر ایک ولایت ہوتی ہے۔ ایسے فقیر کو مالک الملکی بھی کہتے ہیں۔ پس ایسا شخص اگر چاہے تو ایک مفلس گداگر کو ساتوں ولایتوں کا بادشاہ بنا دے اور اگر چاہے تو ساتوں ولایتوں کے بادشاہوں کو معزول کر کے گداگر اور مفلس بنا دے[5]"

سلطان باہوؒ طریقۂ قادریہ کے پیرو تھے اور اسے صوفیا کے دوسرے تمام طریقوں

---

[1] عین الفقر   [2] تیغ برہنہ ص۶   [3] محبت الاسرار ص۲۷
[4] تیغ برہنہ ص۱۱   [5] ایضاً ص۱۳

سے برتر اور اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ان کی رائے میں "دوسرے طریقے بمنزلہ چراغ ہیں اور طریقہ قادری بمنزلہ آفتاب ہے"[۱] اس طریقہ میں ریاضیات و مجاہدات بہت مشکل ہیں۔ خود بانیِ طریقہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پچاس سال کی عمر تک سخت ریاضت و مشقت سے گذرے تھے اور اس کے بعد انھوں نے اپنے تئیں اس قابل سمجھا کہ اصلاح و ارشاد کے لیے خلقت کی طرف رجوع کریں۔ "بہجۃ الاسرار" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زہد و عبادت کا یہ سلسلہ تا دمِ مرگ جاری رہا۔[۲] سلطان باہوؒ نے بھی محاسبۂ نفس پر بہت زور دیا ہے۔

"..... پس چاہیے کہ اس (نفس) کی سلطنت کو پامال کر کے اس کو نظر بند رکھے۔ اور ہمیشہ اس کا محاسبہ کرتا رہے"[۳]

فقیر کو چاہیے کہ اپنے دل کو خواہشات سے پاک کر کے اسمِ ذات کو ذکر و فکر اور وہم و تصور کا مرکز بنائے۔ کیونکہ اس طریق میں ابتدا و انتہا یہی ہے۔ اس کے لکھے ہوئے حروف کا تصور کرے۔ اس کی صفات کو ساری کائنات میں جاری و ساری دیکھے۔ اور زبان و قلب و روح سے اتنا ذکر کرے کہ یہ اس کی ذات کے ظاہر و باطن کو اپنی لپیٹ میں لے لے یا ان کے اپنے الفاظ میں یہ ذکر اس پر مؤکل ہو جائے۔

"جو شخص اسم اللہ کا تصور دل میں کرتا ہے، اس کے دل میں نارِ الٰہی کے نور سے ایسا شعلہ پیدا ہوتا ہے، جس سے ماسوائے اللہ سب جل جاتا ہے اور جس طرف دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔"[۴]

چنان کن اسم را در جسم پنہان
کہ مے گردد الف در بسم پنہان[۵]

ہر دم ذکرِ الٰہی سے "نقش دل ہو جاتا ہے اور دل روح اور روح سر اور سر اسم اللہ ہو

۱۔ عقل بیدار ص ۹۱
۲۔ بحوالہ زبدۃ الآثار تلخیص و ترجمہ بہجۃ الاسرار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳۔ عین الفقر ص ۶۴
۴۔ محکم الفقرا ص ۲۲
۵۔ ایضاً ص ۱۴

جاتا ہے اور اسم اللہ توحید ہے [1]" ان کے نزدیک واصلِ حق یا فنا فی اللہ ہونے کا یہی طریقہ ہے:

"ابتدا ہُو، انتہا ہُو، ہر کہ با ہُو می رسد
عارفِ عرفاں شود آنکہ با ہو ہو شود" [2]

عملی طور پر انھوں نے سالک یا طالب فقیر کے لیے مذہب کے مناسک یا امورِ رسمی کی پیروی بھی ضرور قرار دی ہے۔ جسے مولانا ابوالکلام آزاد نے وحدت ادیان کی بحث میں شرع یا منہاج کا نام دیا ہے۔ سالک اطاعتِ احکام شرع سے ابتدا کرتا ہے اور طریقت وحقیقت ومعرفت کی منازل طے کرتا ہے۔ انھیں وہ فقر کے چار دروازوں کا نام دیتے ہیں [3]

اخلاقی و روحانی تربیت کے لیے ان مراحل ومنازل کی تشریح کی خاطر انھوں نے تکرار کے ساتھ مختلف زاویوں سے اس موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً کبھی وہ اس بات کو فقر کی قسموں کے تحت بیان کرتے ہیں: "فقر کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل فقر فنا لاالٰہ، دوم فقرِ بقا الا اللہ اثبات، سوم فقرِ منتہی محمد رسول اللہ، اس مقام پر خدا تعالےٰ سے یگانگی ہوتی ہے۔" [4] اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر منفی طور پر لاالٰہ کے ذریعہ توحید کا اظہار کرتا ہے مگر نفی کے بعد وہ اثبات کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اثبات کے اس مقام پر اللہ اس کے لیے محض ایک خیال یا سبب اول یا علت العلل نہیں ہوتا بلکہ حکیم وبصیر اور حی وقیوم خدا بن کر لامحدود وسعتوں کے ظاہر و باطن میں سمایا نظر آتا ہے۔ جب وہ محمد رسول اللہ کہتا ہے تو گویا اپنی ذات کے ظاہر و باطن کی تکمیل اور آراستگی کے لیے عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہ ان کے الفاظ میں "انتہائے مقامِ محمدی کی سیر ہے اور یہ مقام محبوبیت ہے۔" [5]

---

[1] حجبت الاسرار ص ۴ — [2] عین الفقر ص ۲۹
[3] ایضاً ص ۷۹ — [4] ایضاً ص ۷۷ — [5] ایضاً ص ۷۴

اخلاقی تربیت کے لیے انھوں نے قرآنی اصطلاحات نفسِ امّارہ۔ نفسِ لوّامہ، نفسِ مطمئنہ ہی استعمال کی ہیں۔ نفس امارہ گویا انسان کا وجود کثیف ہے۔ اور نفس مطمئنہ وجود لطیف۔ نفسِ لوامہ درمیانی صورت ہے جبکہ نفس مطمئنہ منتہائے مقصود ہے۔ جب انسان اسے پالیتا ہے تو صاحبِ ذکر و فکر و اشغال و استغراق فقر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے[1]۔ اسی بات کی طرف ایک جگہ ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے "فقیر کو بدون تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا[2]"

سلطان باہو کے اعتقادات پر محی الدین ابن عربیؒ کے وجودی تصوف نیز حکمتِ اشراق کا پرتو صاف نظر آتا ہے۔ وہ تمام پرانے صوفیا کی طرح عقیدۂ وحدت الوجود اور تنزلات کے قائل ہیں۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ نے اسم اللہ کو ذات سے جدا کیا نورِ محمدی کا اس سے ظہور ہوا اور اپنی قدرتِ توحید کے آئینہ میں اس کو دیکھا اور اس کو دیکھنے سے نورِ محمدی کا مشتاق اور اس پر عاشق و شیدا ہوا اور خود ناظر منظور ہو کر رب الارباب اور حبیب اللہ کا خطاب پایا اور نورِ محمدی سے کل مخلوقات ہژدہ ہزار عالم کو پیدا کیا[3]" یہ عبارت گویا تنزلاتِ ستہ کی تشریح ہے۔

"اس عقیدہ کے مطابق جو انسان توحیدِ مطلق کی معرفت حاصل کرنا یا سلطان باہوؒ کے الفاظ میں "غرقِ توحید مواحدانیت اور مقامِ ربوبیت میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ" ہونا چاہتا ہے، اسے اسی طرح مراتب بمراتب صعود کر کے آخر سے اوّل کی طرف یعنی مقامِ توحید تک پہنچنے کی سعی کرنا پڑے گی۔ یہ سارا سفر باطن میں طے ہوتا ہے تب کہیں جا کر"..... آخر اوّل سے منطبق ہوتا ہے۔ جس طرح توحید سے نورِ محمدی ظاہر ہوا اور نورِ محمدی سے روح اور روح سے نور، اسم، جسم، قلب، نفس، قالبِ اربعہ عناصر پیدا ہوئے[4]۔"

"جب تک عبودیت سے نہ گزر جاؤ گے۔ واحدانیت تک نہیں پہنچو گے اور جب تک واحدانیت

---

[1] عین الفقر ص ۶
[2] ایضاً
[3] ایضاً ص ۲۵
[4] ایضاً ص ۳۲

سے نہ گزر جاؤ گے احدیت تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ احدیت ذات ہے اور واحدانیت صفات ہے[۱]

.... "اور جو شخص مقام حضور فقر فنا فی اللہ کو طے کرتا ہے اور مراتب بمراتب اس کو حاصل کرتا ہے ہر ایک کو جانتا ہے اور سب کو پہچانتا ہے"[۲]

اللہ نور السمٰوٰت والارض ہے۔ اس لیے صاحب ولایت فقیر اپنے آپ کو ظلمات سے نکال کر نورِ ذات میں غرق کر دیتا ہے:

"ولی اللہ اسے کہتے ہیں جو چار تاریکیوں سے نکلے یعنی ۱۔ ظلماتِ خلق۔ ۲: ظلماتِ دنیا۔ ۳: ظلماتِ نفس۔ ۴: ظلماتِ شیطان۔ اور ان چار سے نوروں میں آئے یعنی ۱: نورِ علم۔ ۲: نورِ ذکر۔ ۳: نورِ الہام۔ ۴: نورِ معرفت با قربِ حضور۔ چنانچہ نورِ بقا کی ذات میں غرق ہو جائے"[۳]

"فقیر نور با نور ہو کر فنا فی اللہ ذات ہے"[۴]

کشفِ مراتب اور واصلِ نور ہونے کے لیے بصیرت یا وجدان ضروری ہے جسے وہ عقل بیدار کہتے ہیں: "جسے عقل بیدار حاصل ہوتی ہے وہ دیدار سے مشرف ہے جس نے دیکھ لیا اور پا لیا، وہ باجمعیت بالیقین اور بااعتبار ہے"[۵]

عوالم روحانی کی تقسیم میں وہ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کا ذکر کرتے ہیں۔ فقیر ناسوت یعنی اس جہان سے ابتدا کرتا ہے اور لاہوت پہنچ کر مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ "مشاہدۂ مقامِ توحید فنا فی اللہ بقا باللہ مقام لاہوت سے ہے۔ اور اذا تم الفقر فھو اللہ کا مقام ہے۔ جب فقیر اس جگہ آجاتا ہے۔ ہمہ اوست در مغز و پوست ہو جاتا ہے"[۶]

یہ وہ مقام ہے جہاں فقیر کو معرفتِ حق حاصل ہو جاتی ہے۔ جسے اخلاقی سطح پر نفسِ مطمئنہ بھی کہا گیا ہے اور جسے صوفیا فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔ اب فقیر عارف، معارف یا مرشدِ کامل کے القابات کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

---

[۱] جامع الاسرار ص ۵
[۲] عین الفقر ص ۵۳
[۳] تیغ برہنہ ص ۳
[۴] عقلِ بیدار ص ۱۲۷
[۵] ایضاً ص ۱۳۵
[۶] عین الفقر ص ۲۳

سلطان باہوؒ لاہوت کے طبقہ تک تو فقیر کی رہنمائی کرتے ہیں مگر اس کے بعد کے عوالم و طبقات کے بارے میں وہ محض اشارات سے کام لیتے ہیں۔ صاف نہیں لکھتے۔ حالانکہ بعض صوفیا نے ان سے بلند تر مقامات کا ذکر بالتفصیل کیا ہے[1]۔ مقاماتِ فقر لا انتہا ہیں اور فقر کا راستہ لا محدود، فقیر کہیں بھی نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ "فقر اپر منزل اور مقام حرام ہے کیونکہ ازل سے ابد تک احرام باندھا ہے"[2]۔

لیکن فقر و معرفت کے حصول کے لیے باطن کا یہ سفر رہنما کے بغیر طے نہیں ہوتا۔ سلطان باہوؒ دوسرے صوفیا کی طرح مرشد کی دستگیری و رہنمائی کو نہایت ضروری قرار دیتے ہیں:

"علم ایک راہ ہے اور مرشد ہمراہی ہے۔ جس شخص کے ساتھ ہمراہی نہیں وہ گمراہ ہے"[3]

ایسے ہمراہی کو ضرور تلاش کرنا چاہیے خواہ اس کے لیے کئی سال تک جستجو کرنا پڑے:

"کسی کامل فقیر کی جستجو کر، گرچہ وہ دور دراز فاصلے پر رہتا ہو۔ تو بھی اس کی زیارت کرنے سے باز نہ رہ"[4]

وہ خود ایک مرشدِ کامل کی تلاش میں ایک مدت تک سرگرداں رہے:

"یہ فقیر باہو تیس سال تک مرشد کی جستجو میں پھرتا رہا ہے"[5]

سلوک کی عملی مشقوں کا علم کسی مردِ کامل کی تلقین و توجہ اور نظر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ سلطان باہو تصورِ اسمِ ذات، مراقبہ و مشاہدہ اور علم حاضرات پر بہت زور دیتے ہیں۔ اس کے متعلق انھوں نے اپنی کتاب "عقلِ بیدار" میں شرح و بسط سے لکھا ہے۔ بایں ہمہ تمام صوفیا کی طرح وہ یہ بات بار بار دہراتے ہیں کہ یہ راستہ کتابوں سے نہیں بلکہ مردِ کامل کی ذاتی رہنمائی سے طے ہوتا ہے۔

---

[1] جدید دور کے صوفیا میں سے خواجہ عبدالحکیم انصاری نے اپنی کتاب "حقیقتِ وحدۃ الوجود" میں نہایت سہل انداز میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ حقیقت وحدت الوجود ص ۹۶ تا ص ۱۰۶

[2] محبت الاسرار ص ۲۳ [3] ایضاً ص ۵

[4] محکم الفقرا ص ۱۶ [5] عین الفقر ص ۱۳۸

مرشدِ عالمِ باعمل ہوتا ہے۔ سلطان باہُوؒ کے نزدیک عالم باعمل اور فقیر کامل ایک ہیں۔ " علمائے عامل وہی فقرائے کامل ہیں" [۱] مرشد اور مرید ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ورنہ تربیتِ روحانی کا سلسلہ دنیا سے اُٹھ جاتے " مرشدِ کامل دریا کے مثل اور طالب اس کی موج ہوتا ہے۔ نہ موج دریا سے اور نہ دریا موج سے جدا ہوتا ہے ...... مرشد گویا چشم اور طالب اس کی نظر ہے کہ نظر آنکھ سے کبھی جُدا نہیں ہوتی" [۲]

مرشد کی رہنمائی میں مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں :

" مرشدِ کامل نظر سے طالب کے وجود کو زمین و آسمان کے چودہ طبقوں سے وسیع کر دیتا ہے" [۳]

" کامل مرشد وحید دل کے دروازوں کی کنجی ہے۔ اس کے ہوتے کسی تالے کی کلفت نہیں باقی رہتی۔ تمام مشکلات یکبارگی حل ہو جاتی ہیں" [۴]

اس نظامِ فقر کا منتہٰی صاحبِ نظر انسان ہوتا ہے۔ جو " ہمیشہ دل کا مطالعہ کرتا رہتا ہے اور انوار تجلیات پر نظر رکھتا ہے۔ پھر آخر کو اس کی موت بھی زندگی ہوتی ہے" [۵] وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ بے نیاز و بے غرض ہوتا ہے " فقیر کامل بالکل بے طمع رہتا ہے اور اپنے وظیفے اور روزینے سے دوسروں کا بھی خرچ نکالتا ہے بلکہ اپنے تمام فتوحات کو خرچ کر دیتا ہے" [۶]

" فقیر کیا ہے ؟ یوں سمجھو کہ چھنی ہوئی خاک پر پانی چھڑکا ہوا ہے جس سے پاؤں پر گرد نہیں پڑتی۔ فقیر کو چاہیے کہ ہرگز طمع نہ کرے اور اگر کوئی دے تو رَد نہ کرے، اور جو کچھ ملے، اسے جمع نہ کرے باطن میں خدا سے لو لگائے رکھے اور ظاہر میں خدا سے شاغل رہے" [۷]

" باہو فقر کیا ہے ؟ فقر ایک صورت ہے جو حد سے زیادہ سلیم ہے اور نسخہ صحیح ہے اور فقر کی وہ صورت ماسوائے اللہ سے پاک ہے۔ اور دونوں جہان اس کے دیدار کے مشتاق ہیں جس نے

۱۔ عین الفقر ص ۱۳۲ ۲۔ ایضاً

۳۔ عقلِ بیدار ص ۹ ۴۔ جامع الاسرار ص ۵

۵۔ عین الفقر ص ۸۹ ۶۔ ایضاً

۷۔ عین الفقر ص ۱۳۹

وہ خدا رسیدہ ہوگیا، کیونکہ فقر کا بھید خدا کا بھید ہے۔[1]

"فقیر کی آنکھ عین الیقین ہے اور فقیر کا دل حضوری میں بیت المعمور اور مدینۃ القلب رہتا ہے۔ فقیر کا سینہ علم لدنی کی وجہ سے سدرۃ المنتہی ہے۔ فقیر کا پاؤں عرش پر ہے اور فقیر کا مطالعہ کفیٰ باللہ حسبی ہے۔ فقیر ایسا عاشق ہے جو سُولی پر چڑھا ہو۔ فقیر کی ابتدا روزِ ازل ہے اور اس کی نظر ابد پر ہے۔"[2]

"فقیر وہ ہے جو لامکاں میں ہو اور دلوں کو جس طرف چاہے پھرا سکے۔"[3]

فقیر صاحبِ امر ہوتا ہے اور اس کی زبان سیف اللہ ہوتی ہے جو کچھ وہ کہتا ہے خدا تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔[4] فقر روحانی و اخلاقی سطح پر انسان کا کمال ہے۔ انسان اللہ کا راز ہے اور یہ راز اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب انسان بشریت سے بلند ہو کر روحانیت کے دائرے میں بقا باللہ کا مرتبہ حاصل کرتا ہے اور جو انسان یہ مرتبہ حاصل کرے۔ اس کے اردگرد تمام انسانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کا دامن تھام لیں:

"فقیر کامل دنیا و آخرت کو چھوڑ کر فقر فنا فی اللہ کو اختیار کرتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اس کے قدم بقدم چلے۔ دنیا و عقبیٰ کو چھوڑ کر راہِ مولیٰ اختیار کرے۔ اللہ بس، سوائے اللہ ہوس۔"[5]

فنا فی اللہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ فقیر اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد محض وجد و اہتزاز ہو کر رہ گیا ہے۔ فنا فی اللہ کا دوسرا رخ بقا باللہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر انفرادی انا کے محدود دائرے میں مقید نہیں رہا۔ بلکہ اب وہ الٰہی بصیرت و وجدان کے ساتھ دنیا میں عمل پیرا ہے۔

"مرتبے چار ہیں، اول فنا، دوم فنا فی الفنا، سوم بقا، چہارم بقا بالبقا۔ جو ان چاروں سے گزر جائے، وہ ساتوں قلعوں کے لائق ہوتا ہے۔ استغراق فنا فی اللہ فقیر کامل ہوتا ہے۔"[6]

---

[1] محبت الاسرار ص ۲۹ — [2] ایضاً ص ۳۰

[3] جامع الاسرار ص ۶۹ — [4] عین الفقر ص ۸۸

[5] عین الفقر — [6] تیغ برہنہ ص ۲۳۵

ظاہر ہے کہ وہ بلا کا صاحبِ عمل انسان ہے۔ اس کی نظر فرش سے عرش تک دیکھ سکتی ہے اور اس کی لامحدود صلاحیتیں ساری کائنات کو اپنے عمل کی آماجگاہ بنالیتی ہیں:

"ظل اللہ فقیر ہے۔ لایحتاج فقیر ہے، صاحبِ ولایت فقیر ہے"[1]

اس دنیا میں انسان کے ذہنی و اخلاقی و روحانی ارتقا کے لیے ازبس ضروری ہے کہ اس مرتبہ پر فائز معلّمین کی پیروی کی جائے جنھیں سلطان باہوؒ "فقرائے کامل" کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ فقیر کا رتبہ بہت بڑا ہے:

"اگر بارہ ہزار زاہد جمع کیے جائیں تو ایک فقیر کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتے"[2]

"صاحبِ ولایت ایک دم بھی خلقِ خدا کی محافظت سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ آفتاب کی طرح ہر ایک کو یکساں فیض پہنچاتا ہے اور ہر ایک کی رہنمائی کرتا ہے"[3]

"فقیر آفتاب کی طرح فیض بخش ہوتا ہے"[4]

"فقیر بمنزلہ سمندر اور اس کی نظر بمنزلہ موتی ہوتی ہے"[5]

"کامل فقیر کی ایک نظر تمام عمر کی عبادت سے بہتر ہے اور نیز فضیلت کے تمام علموں اور فقہ کے تمام مسئلوں سے بہتر ہے کیونکہ علم تو ظاہری چمڑے میں ہے اور معرفت کی توحید کا علم فقیر کے سینے میں ہے"[6]

سلطان باہوؒ ایسے فقرائے کامل میں سے ہر ایک کو سلطان التارکین یا سلطان العارفین کہتے ہیں۔ اور وہ خود بھی اسی مرتبے کے کامل بزرگ تھے۔

---

[1] محبت الاسرار ص۳۷ [2] جامع الاسرار ص۱۰
[3] عقلِ بیدار ص۲۴ [4] محکم الفقرا ص۳۵
[5] ایضاً ص۲۷ [6] محبت الاسرار ص۱۷